© rasailojaraid.com

عرصہ پہلے پیرول پر رہا کر کے زمیندار خاندانوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور وہ کچھ عرصہ ان کے ہاں پابند انسانوں کی طرح ان کی خدمت کرتے ہیں، چنانچہ اسلام نے اس طرح بردہ فروشی کا تو مکمل طور پر خاتمہ کر دیا، مگر جنگی قیدیوں کے بارے میں ایک آپشن کے طور پر غلامی کا یہ سلسلہ باقی رہنے دیا اور اس کے لیے ایسے احکام وقوانین وضع کیے کہ ان کی آزادی کے زیادہ سے زیادہ مواقع پیدا ہوئے اور ان کے رہن سہن اور ان کے ساتھ سلوک کے ایسے قواعد طے کیے جن سے آزادی اور غلامی کے درمیان فاصلے کم ہوتے چلے گئے۔

غلامی کی یہ محدود سی صورت جو جنگی قیدیوں کے بارے میں حکم کے طور پر نہیں، بلکہ ایک آپشن کے طور پر باقی رہی، مغرب کے نزدیک ہمیشہ قابل اعتراض رہی اور اسلام پر کیے جانے والے بڑے اعتراضات میں یہ بھی ایک اہم ترین موضوع رہا اور لطف کی بات یہ ہے کہ اعتراض اس دور میں بھی شد ومد کے ساتھ وارد ہوتا تھا جب خود مغرب، خصوصاً امریکہ میں آزاد انسانوں کی خرید وفروخت کا دھندا عروج پر تھا اور مویشیوں کی طرح انسانوں کی بھی منڈیاں لگتی تھیں جن میں افریقہ سے انسانوں کے بحری جہاز بھر بھر کر لائے جاتے تھے اور جانوروں کی طرح ان کی خرید وفروخت ہوتی تھی، حتیٰ کہ امریکہ کی شہرۂ آفاق خانہ جنگی جو شمال اور جنوب کی جنگ کے نام سے معروف ہے، اس میں آزاد انسانوں کی اس خرید وفروخت کا مسئلہ بھی وجہ نزاع تھا۔ اس دور میں امریکہ کے جنوب کے دانش وروں کی ایک اچھی خاصی تعداد تھی جو اس غلامی اور انسانی خرید وفروخت کے حق میں دلائل پیش کیا کرتی تھی جبکہ اسلام اس سے ایک ہزار سال سے بھی زیادہ عرصہ قبل آزاد انسانوں کی اس خرید وفروخت کے خاتمے کا اعلان کر چکا تھا۔

مغرب آج اس بات کو فخر کے طور پر پیش کرتا ہے کہ اس نے انسانی حقوق کے نام سے انسانوں کی خرید وفروخت کا خاتمہ کیا ہے اور غلامی کی تمام صورتوں کو ممنوع قرار دیا ہے، لیکن اقوام متحدہ کی رپورٹ یہ بتاتی ہے کہ اسے اس میں کامیابی نہیں ہوئی اور شکل بدل کر، بلکہ کیموفلاج ہو کر انسانوں کی خرید وفروخت کا یہ مکروہ دھندا اب بھی جاری ہے۔ ہمارے نزدیک اس کی دو وجوہ ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اخلاقیات ووجدانیات اور روحانیات سے عاری مادہ پرستانہ فلسفہ حیات میں اس قسم کے جرائم کا خاتمہ ممکن ہی نہیں ہے اور مغرب کو زندگی کے ہر شعبے میں اس کا مسلسل سامنا کرنا پڑتا ہے۔ دوسری وجہ مغرب کا دوہرا معیار ہے کہ اس نے اپنے لیے الگ معیار رکھا ہے اور مشرقی اقوام اور مسلم ممالک کے لیے اس کا معیار الگ ہے۔ اسی طرح وہ افراد کی آزادی اور حقوق کی دہائی تو دیتا ہے، مگر قوموں کی آزادی اور حقوق کو خود مسلسل پامال کیے جا رہا ہے جس پر مجرموں کے یہ منظم گروہ سوچتے ہیں کہ اگر قوموں کو غلام بنا کر بیچا جا سکتا ہے تو افراد کو غلام بنانے میں آخر کیا حرج ہے؟

سیلاب کی تباہ کاریاں اور ہماری دینی وقومی ذمہ داری

سیلاب کی شدت اور تباہ کاریوں کے بارے میں اس کے بعد مزید کچھ جاننے کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی کہ اسے گزشتہ ایک صدی کے دوران آنے والا سب سے بڑا اور تباہ کن سیلاب بتایا جاتا ہے اور اقوام متحدہ کے ذرائع کا کہنا ہے کہ سونامی سے ہونے والی تباہ کاری سے اس سیلاب کی تباہ کاریوں کا دائرۂ زیادہ وسیع ہے۔ سیلاب کے اسباب میں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس بات پر تو کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور ان قدرتی آفات میں سے ہے جنھیں روکنا کسی کے بس میں نہیں ہوتا، البتہ اس کے نقصانات کو کم سے کم تک محدود کرنے کے لیے تدابیر اختیار کی جا سکتی ہیں اور بہت سے دوستوں کا خیال ہے کہ پاکستان میں ان نقصانات کو کم کرنے کے لیے جو تدابیر اختیار کی جانی چاہییں تھیں یا اختیار کی جا سکتی تھیں، وہ بروقت اختیار نہیں کی گئیں۔ لیکن اسباب سے آگے مسبب الاسباب کی طرف کم لوگوں کی توجہ جا رہی ہے جو ہمارے لیے لمحہ فکریہ ہے۔ چند سال قبل آزاد کشمیر میں خوفناک زلزلہ کے موقع پر میں نے بعض زلزلہ زدہ علاقوں میں حاضری دی تو آزاد کشمیر کے سابق صدر سردار محمد عبد القیوم خان کے پاس بھی تعزیت کے لیے گیا۔ انھوں نے پرنم آنکھوں کے ساتھ زلزلہ سے پیدا ہونے والی صورت حال پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ مجھے اس بات کا زیادہ دکھ اور غم ہے کہ خوف ناک زلزلے اور اس کے نتیجے میں اتنی بڑی تباہی کے باوجود عمومی سطح پر اپنے گناہوں سے استغفار اور رجوع الی اللہ کی کوئی فضا دیکھنے میں نہیں آ رہی اور اس ماحول میں بھی اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام سے بے پروائی، تعیش اور چھینا جھپٹی کا دور دورہ ہے۔ میرا خیال ہے کہ اب بھی صورت حال اسی طرح کی ہے جو اہل نظر اور ارباب بصیرت کی خصوصی توجہ کی طلب گار ہے۔

بہرحال سیلاب زدہ بھائیوں کی ہر طرح سے مدد کرنا ہمارا دینی اور قومی فریضہ ہے۔ ان کی بحالی اور دوبارہ آبادکاری کے منصوبوں میں تعاون کرنا ہماری ذمہ داری ہے اور مجھے مولانا مفتی منیب الرحمٰن، مولانا مفتی ولی خان المظفر اور دیگر علمائے کرام کی اس رائے سے اتفاق ہے کہ نفلی حج اور عمرہ سے سیلاب زدگان کی امداد مقدم ہے اور اس کا اجر و ثواب زیادہ ہے۔ ہمیں اپنی ترجیحات میں ایک عرصہ تک سیلاب زدہ بھائیوں کی آبادکاری اور بحالی کے کاموں کو اولیت دینا ہوگی، مگر اس کے ساتھ ساتھ بلکہ اس سے کہیں زیادہ یہ ضروری ہے کہ ہم اپنی قومی کوتاہیوں، اجتماعی گناہوں اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اسباب کے حوالے سے اپنے انفرادی اور اجتماعی معاملات پر نظر ثانی کریں، توبہ و استغفار کا اہتمام کریں، قرآن و سنت کی طرف واپسی کا راستہ اختیار کریں اور انابت الی اللہ کا عمومی ماحول پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

سیلاب زدگان کی امداد کے لیے مختلف محکموں، اداروں اور این جی اوز کی سرگرمیوں کے حوالے سے ایک اور سوال بھی زیر بحث ہے کہ متاثرہ علاقوں میں عملاً امدادی کام کرنے والے گروپوں میں وہ گروپ زیادہ سرگرم دکھائی دے رہے ہیں جنھیں انتہا پسند کہا جاتا ہے اور کسی بھی حوالے سے ان کی معاشرتی سرگرمیوں کو عالمی سطح پر پسند نہیں کیا جاتا۔ ہزارہ اور کشمیر کے زلزلے کے موقع پر بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ ظاہر بات ہے کہ جو لوگ مذہبی جذبے سے کام کریں گے اور دنیا سے کسی ستائش کی طلب کی بجائے اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقصد قرار دیں گے، ان کا کام بے لوث بھی ہوگا اور عملی طور پر زیادہ اور موثر بھی ہوگا۔ پاکستان میں امریکہ کی سفیر محترم نے اس بات کا اعتراف کیا ہے اور کہا ہے کہ انتہا پسند گروپوں کی امدادی سرگرمیوں پر انھیں کوئی اعتراض نہیں ہے، البتہ اس بات پر تشویش ہے کہ انھیں نمایاں زیادہ کیا جا رہا ہے۔ گویا صاحب بہادر کی خواہش یہ ہے کہ انتہا پسند گروپ کام تو کریں، خرچ بھی کریں، وقت بھی صرف کریں اور شب و روز محنت بھی کریں مگر ان کا میڈیا پر تذکرہ نہ ہو اور انھیں نمایاں نہ کیا جائے۔ خدا جانے اعتراض اور کسے کہتے ہیں؟

© rasailojaraid.com